اسلام میں خواتین کا مرتبہ

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۱)

آج جب کہ مادی ترقیاں اور سائنسی پیش رفت آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو مسخر کر رہی ہے بعض دشمنان اسلام، اسلام کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جس کا شکار اسلام کی سطحی معلومات رکھنے والے کچھ مسلمان بھی ہو جاتے ہیں۔ پروپیگنڈہ یہ ہے کہ اسلام ترقی کا مخالف ہے، خصوصیت سے خواتین کی ترقی کا۔ اسلام نے خواتین کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا ہے اور ان کے احترام کا قائل نہیں ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ تنہا اسلام وہ دین ہے جس نے پہلی مرتبہ عورت کو اس کا واقعی مرتبہ عطا کیا اور یہی وہ دین ہے جو اس کے جملہ حقوق کا ضامن ہے۔

اسلام کے تمام قوانین کی بنیاد عدالت ہے اور عدالت کے معنی ہیں ہر شئے کو اس مقام پر رکھنا جس کے وہ لائق ہے اور ہر ایک کو وہ حق دینا جو ہر ایک کے لئے مناسب ہے۔ تاریخ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قبل اسلام اور وقت بعثت رسالتمآبؐ عورتوں کی کیا حالت زار تھی اور دین اسلام نے کس طرح ان کو عظمت عطا کی اور انہیں عزت کی معراج پر پہنچا دیا۔ عورتوں کی حالت جانور سے بدتر تھی۔ ان کو خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض جگہ انہیں ہنسنے کا حق بھی نہ تھا۔ رومی معاشرہ میں عورتوں کا شمار انسانوں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کا شمار اشیائے خرید و فروخت میں کیا جاتا تھا۔ ان کو حق ملکیت حاصل نہ تھا۔ عرب میں لڑکیوں کا زندہ دفن کر دینا تو زبان زد ہے۔

اسلام میں خواتین کی قدر و منزلت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ قرآن مجید میں ایک پورا مفصل سورہ 'نساء' کے نام سے ہے۔ قرآن مجید کی دس سوروں میں عورتوں کے حقوق اور ان کی منزلت سے متعلق مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید نے جگہ جگہ عورتوں اور مردوں کو یکساں طریقہ سے مورد خطاب قرار دیا ہے۔ اس طرح سے اس الٰہی کتاب نے مخالفان اسلام کے اس ابہام کو کاملاً رد فرما دیا ہے کہ اسلام خواتین کے حقوق کا قائل نہیں ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا کے کسی بھی تمدن میں عورت کی حیثیت واقعی اس کے وجود کی اہمیت اور اس کی عزت و حرمت اور حقوق کی حفاظت کے لئے کوئی بھی قانون موجود نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب وہ اولین تہذیب ہے جس نے عورت کو انسانی زندگی کے اجتماعی، اخلاقی اور قانونی مسائل میں باوقار جگہ عنایت فرمائی ہے۔ اسلام نے عورت کو معاشرہ کے ایک مؤثر حصہ کے طور پر قبول کیا ہے، جس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں سے بھی بیعت لینا ہے جو بہترین دلیل ہے کہ اسلامی معاشرہ میں جو اہمیت مردوں کو حاصل ہے، وہی عورتوں کو بھی ہے اور حفاظت اسلام کے لئے جتنی مردوں کی ضرورت ہے اتنی ہی عورتوں کی بھی۔

جس وقت عورتیں ظلم و ستم کی چکی میں پسی جا رہی تھیں۔ دنیا کی ساری نام نہاد تہذیبیں عورتوں کی موجود پست طفیلی اور انسانی درجہ دوم کے عنوانات سے متعارف کروا رہی تھیں۔ عورتوں کی زندگی کے ہر رخ پر محرومیت سایہ فگن تھی اور انہیں کہیں سے بھی امید کی ہلکی سی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس وقت اسلام کا سورج

طلوع ہوا، جس نے خواتین کے افق حیات کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیا۔ رسول اکرمؐ نے قرآنی آیات کے ذریعہ ثابت فرمایا ہے کہ عورت مرد ہی کے مانند ایک انسان کامل بننے کی بھرپور صلاحیت اور تمام انسانی کرامات اور کمالات کے لئے شائستگی کی حامل ہے۔ متعدد آیات قرآنیہ میں انسان کی عظمت وشرافت کا اعلان ہے۔ عالم ہستی میں انسان کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے کہ آسمان کو انسان ہی کی خاطر بلند کیا گیا ہے، زمین کی بساط اس کے لئے ہی بچھائی گئی ہے، بادل اسی کے لئے پانی برساتے ہیں، زمین اسی انسان کے لئے انواع واقسام کی نعمتیں پیدا کرتی ہے۔ چمکتے ہوئے خورشید وماہ متلاطم ومؤاج دریا رواں دواں لہریں سب انسانوں ہی کے لئے مسخر ہیں۔ شب کی آرام بخش ظلمت اور دن کا چہرۂ پُرفروغ انسان ہی کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔ کائنات کی ہر شئے انسان کی ضرورت کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربّانی ہے، ترجمہ: ''یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریوں پر بٹھایا ہے اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ (سورہ اسراء: آیت ۷۰) دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ''قسم ہے زیتون اور انجیر کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی، ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔'' یہاں بھی انسان سے عورت اور مرد دونوں مراد ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہو رہا ہے: ''انسانو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تم میں شاخیں اور قبیلے قرار دیئے تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (سورہ حجرات، آیت: ۱۳) آیۂ کریمہ تقویٰ اور پرہیزگاری کو معیار عزت قرار دے رہی ہے۔ اس میں عورت یا مرد کی کوئی قید نہیں، جس کا درجہ کردار میں بالاتر ہے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، وہ اس پر برتری رکھتا ہے جو تقوے میں اس سے کمتر ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ عورت کے اس معیار کے مطابق اگر کوئی خاتون مرتبہ تقویٰ میں عالی تر ہے تو وہ اس مرد پر برتری رکھتی ہے جو مرتبہ تقویٰ میں کمتر ہے۔

قرآن مجید میں ۵۱ مقامات پر انسانی سعادت وکامیابی کا معیار ایمان اور عمل صالح کو قرار دیا گیا ہے، جن میں بعض جگہوں پر صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ یہ معیار عورت ومرد دونوں کے لئے یکساں ہے، ''جو کوئی بھی عمل صالح انجام دے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے عمل سے بہتر انہیں جزا دیں گے۔'' (سورہ نحل، آیت ۹۷) دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے: ''جو نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت درحالیکہ باایمان بھی ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں انہیں بے اندازہ رزق عطا ہوگا (سورۂ مومن، آیت: ۴۰) ان تمام آیات میں سب سے روشن اور واضح آیت حسب ذیل ہے: ''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، باایمان مرد اور باایمان عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، اثر پذیر دل رکھنے والے مرد اور ایسی ہی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان کے لئے اللہ نے مہیا کر رکھی ہے بخشش اور اجر وثواب'' (سورۂ احزاب، آیت: ۳۵) یہ ساری آیتیں اس زمانہ میں نازل ہوئیں ہیں جب دنیا میں اکثر مقامات پر خطہ عرب بھی شامل تھا۔ یہ غلط عقیدہ رائج تھا کہ اگر کوئی عورت گناہ کرے گی تو گناہ کا عذاب اس کی گردن پر ہوگا اور سزا بھی ملے گی، لیکن اگر کوئی نیک کام کرے گی تو اس کا ثواب مرد کو ملے گا کیونکہ عورت اپنی پستی کی وجہ سے کسی بھی ثواب اور جزا کی مستحق نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس غلط عقیدے کی مکمل نفی فرما دی ہے۔ مندرجہ بالا آیات قرآنیہ مکمل طور سے ثابت کرتی ہیں کہ اسلام وقرآن کی نگاہ میں جو ایک مرد کو انسان کامل کا درجہ حاصل ہے، وہی ایک عورت کو بھی حاصل ہے۔

کیونکہ گفتگو قرآن مجید سے متعلق ہے لہٰذا ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے جو قرآن مجید ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور وہ یہ عقیدہ ہے کہ عورت جناب آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی ایک آیت کو بنایا گیا ہے جس میں ارشاد ہے ''اے انسانو! لحاظ کرو پروردگار کا جس نے تمہیں پیدا کیا ایک تنفس سے اور اسی سے اس کی رفیقہ حیات کو پیدا کیا'' (سورۂ نساء: آیت:۱) بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اس تفسیر سے یہ تصورات پیدا ہوئے کہ عورت ایک مستقل مخلوق نہیں وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہے جو ٹیڑھی واقع ہوئی ہے اور پسلی بھی بائیں طرف کی ہے۔ اس طرح سے عورتیں ذاتی استقلال نہیں رکھتی ہیں، بلکہ مرد کی طفیلی ہیں اور چونکہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوتی ہیں، اس لئے کبھی سیدھی نہیں ہوسکتیں، اگر سیدھا کرنے کی کوشش ہوگی تو ٹوٹ جائیں گی اور چونکہ بائیں پسلی سے پیدا ہوتی ہیں لہٰذا ان سے راستی کی کبھی امید نہ رکھنی چاہئے۔ بعض شعرا نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہہ دیئے ہیں۔ بطور نمونہ نظامی گنجوی کا ایک شعر درج ہے:

زن از پہلوی چَپ شد آفریدہ
کس از چَپ راستی ہرگز نہ دیدہ

چونکہ عورت الٹے ہاتھ کی طرف کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے لہٰذا راہ راست پر چلنے کی اس سے توقع فضول ہے، مگر مشہور ایرانی عالم علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان میں اسی آیت کی تفسیر فرمائی ہے کہ جس جنس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا ہے حضرت حوا کو بھی اسی جنس سے پیدا کیا ہے۔۔۔۔۔۔

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۹/اپریل ۲۰۱۰ء)

(۲)

تاریخ انسانیت میں عورت ایک ایسی مخلوق ہے جو ہر زمانہ میں ناانصافی کا شکار رہی ہے۔ موجودہ زمانہ بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ کبھی ذہنی جمود کی قیدی رہی تو کبھی نقلی ترقی کی، کبھی جاہلیت کی اسیر رہی تو کبھی آزادی اور حقوق نسواں کے پرفریب اور کھوکھلے نعروں کی۔ کبھی ذہنی پستی کے جال میں پھنسی تڑپتی رہی تو کبھی اس کی گردن میں جدید ترقی یافتہ غلامی کا طوق ڈال دیا گیا۔ ایسی فریادی رہی ہے جس کا کوئی فریادرس نہیں، ایسی مجرم ہے کہ جس کا کوئی جرم نہیں۔ ہمیشہ قیدی رہی اور مظلوم۔ پہلے بھی تھی اور آج کی دنیا میں بھی ہے۔

ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ صرف دین اسلام اور الٰہی پیغام قرآن مجید ہے، جس نے عورت کو انسانی معاشرہ میں اس کا اصلی مقام عطا کیا ہے اور قدرت نے اس کے وجود میں جو بے شمار صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، ان کے مطابق اسے مرتبہ بخشا ہے۔ گذشتہ مضمون میں بیان ہوچکا ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں انسان کی اہمیت اور عظمت کا تذکرہ ہے، وہاں عورت شامل ہے۔ قرآن مجید کی مختلف آیتوں کو جوڑنے سے عورت کی جو تصویر بنتی ہے، وہ ایک انسان کامل کی ہے۔ وہ مرد ہی کی طرح الٰہی نعمتوں اور عنایتوں کا مدار و محور ہے۔ قرآن مجید کے مطابق ایک عورت میں وہ ساری استعداد اور ظرفیت موجود ہے جو ایک مرد میں ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ عورت ایک ناقص مخلوق ہو، جب کہ قرآن مجید میں دعویٰ الٰہی ہے، ترجمہ: ''اللہ وہ ہے کہ جو چیز بنائی بہترین بنائی'' (سورہ سجدہ، آیت:۷) ایک اور جگہ ارشاد ہے: ترجمہ: ''تم اللہ کی مخلوقات میں کوئی بے نظمی یا کمی نہیں پاؤ گے۔'' (سورہ ملک، آیت:۳) آیت کریمہ میں لفظ تفاوت استعمال ہوا ہے جو 'فوت' سے بنا ہے، جس کا مطلب ہوا نقص یا کمی۔ تو جب اللہ اعلان فرما رہا ہے کہ میری کسی مخلوق میں کوئی نقص یا کمی نہیں پاؤ گے تو عورت اللہ کی ایک ناقص مخلوق کیسے ہوسکتی ہے؟ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو خلق (کیا) تو خود اپنے کو مبارکباد دی۔ اس مبارکباد میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح سے ایک مرد نگاہ قدرت میں لائق فخر مخلوق ہے، اسی طرح سے ایک عورت بھی۔

خواتین سے متعلق جن غلط عقائد کی نسبت قرآن مجید کی

طرف دے دی گئی ہے ان میں سے ایک کی طرف گذشتہ مضمون میں اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کیونکہ ٹیڑھی ہوتی ہے، اس لئے اسے بھی سیدھا نہیں کیا جاسکتا اور یہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ دوسرا نظریہ یہ بھی رائج ہے کہ عورتیں طبعتاً اور فطرتاً مکار اور عیار ہوتی ہیں اور اس نظریہ کی نسبت بھی قرآن مجید ہی کی طرف کی جاتی ہے جو سراسر غلط ہے۔ مشہور شاعر جامی کا شعر ہے

در جہاں از زن وفاداری کہ دید؟
غیر مکاری و عیاری چہ دید؟

(کیا کہیں دنیا میں کسی عورت کو وفادار دیکھا ہے۔ اگر دیکھا ہے تو مکار اور عیار ہی دیکھا ہے۔)

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ عورتیں پیدائشی دھوکہ باز اور مکار ہوتی ہیں، قرآن مجید سے دلچسپ دلیل دی گئی ہے کہ قرآن مجید نے عورتوں کے مکر کے لئے کہا ہے، ترجمہ: ''کہ تمہارا مکر بہت بڑا ہے'(سورہ یوسف، آیت:۲۸) اور شیطان کے لئے قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے، ترجمہ: 'کہ شیطان کا مکر ضعیف ہے'(سورہ نساء، آیت ۷۶) نتیجتاً عورتوں کے مکر اور حیلہ گری شیطان سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتوں کے مکر کو بڑا اللہ نے نہیں فرمایا ہے، بلکہ قرآن مجید نے زلیخا کے شوہر عزیز مصر کا جملہ نقل کیا ہے۔ زلیخا اور اس کی ساتھی عورتوں کی چالبازیاں دیکھ کر بے ساختہ اس کی زبان پر یہ جملہ آ گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جملہ زلیخا اور اس کی ساتھی خواتین کے بارے میں ہے، نہ کہ زمانہ کی ہر عورت مراد ہے اور شیطان کا مکر کمزور ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا جملہ ہے، کیونکہ شیطان کی مکاریاں اور چالیں شیطان کے ماننے والوں کی نظر میں لاکھ قوی ہوں، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کی نصرت اور حمایت کے مقابلہ میں کمزور و ناتواں ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عورت کا مکر شیطان سے بڑھ کر ہے، سراسر غلط فہمی ہے۔

ایک اور غیر منصفانہ اور غلط نظریہ قرآن مجید کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم کو شیطان نے نہیں بہکایا، بلکہ حضرت حوا کو شیطان نے بہکایا اور حضرت حوا نے آدم کو بہکایا۔ پہلے شیطان حضرت آدم کے پاس گیا تھا، مگر بہکانے میں ناکام رہا۔ حضرت حوا کو شیطان نے راضی کرلیا اور اب حوا نے حضرت آدم کو شجر ممنوعہ سے پھل کھانے پر آمادہ کیا، لہٰذا اصل قصوروار حضرت حوا ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عورت قصوروار ہے اور ہم زمین پر جو بھی جھیل رہے ہیں، اس کی اصل ذمہ دار عورت ہے۔ مولانا روم نے کہا ہے

آنچہ آدم کشید و اولادش
کار حوا ست آفریں بادش

(جو کچھ بنی نوع آدم برداشت کر رہا ہے۔ وہ حوا کے فعل کا نتیجہ ہے، آفریں!)

پورے قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے پر مجبور کیا تھا۔ یہ بات دراصل توریت میں ہے جسے قرآن مجید کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے آدمؑ وحوا دونوں کو قصوروار قرار دیا ہے اور فرمایا کہ دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ پیدا کیا۔ لہٰذا از روئے قرآن جنت سے نکلنے کی ذمہ داری دونوں پر ہے۔ خواتین کے سلسلے میں بدگمانیاں اس حد تک رہی ہیں کہ امام محمد غزالیؒ جیسی شخصیت نے اپنی کتاب نصیحت الملوک میں یہ واقعہ تحریر فرمادیا کہ کسی حکیم نے شادی کے لئے شرط رکھی کہ عورت پستہ قد ہونی چاہئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ عورت مصیبت ہوتی ہے اور مصیبت جتنی چھوٹی ہو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس عورت کو رحمت ومحبت کا پیکر بنایا ہے، اس کو مصیبت گردانا جارہا ہے۔ اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہوسکتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ہر کامیاب اور بلند مرتبہ مرد کی کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی خاتون کا ہاتھ ہے، چاہے وہ ماں ہو، بیوی ہو یا بہن ہو۔

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۲۳/اپریل ۲۰۱۰ء)

(۳)

ماہرین نفسیات کا کلیہ ہے کہ اگر حالات ہمت شکن ہوں، ماحول توہین وتحقیر آمیز ہو، ہرطرف سے ذلت ورسوائی کا سامنا ہو، ناانصافی کی فضا میں دم گھٹ رہا ہوتو روح شکستہ ہوجاتی ہے، احساس کمتری پیدا ہوجاتا ہے۔ فطری صلاحیتیں مردہ ہوجاتی ہیں، لیکن اگر ماحول سازگار ہو، حالات ہمت افزا ہوں، دل بڑھانے والے بےشمار ہوں تو فطری صلاحیتیں ابھر آتی ہیں اور چھپی ہوئی استعداد کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ دین اسلام نے یہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اسلام سے قبل عورتیں دبی کچلی تھیں مگر جب اسلام نے خواتین کو عزت وکرامت عطا فرمائی، ان کی ہمت افزائی کی گئی، ان کے لئے ترقی کا وسیع اور درخشاں افق فراہم کرایا تو ان کی دبی ہوئی استعداد ابھر آئی اور انھوں نے وہ کارنامے انجام دیے کہ انسانیت حیرت زدہ رہ گئی۔

یہاں پر زمانہ رسالتؐ کی چند خواتین کا تذکرہ ضروری ہے (ان خواتین کا تذکرہ چھوڑا جارہا ہے جن کے بارے میں سیکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ جیسے رسول اکرمؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہراءؑ اور امہات المومنین وغیرہ) جن میں ایک صحابیہ حضرت اسماءؓ ہیں۔ انھوں نے مدینہ کی بہت سی خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ یہ خاتون ازلحاظ عقل وسماعت وخطابت بہت ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ان کے لئے تحریر کیا ہے کہ عقلمندی اور دینداری میں ان کا بلند مقام تھا۔ ان کے زورِ خطابت کی وجہ سے ان کا لقب تھا خطیبۃ النساء۔ ان کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ مدینہ کی خواتین نے ان کو اپنا نمائندہ بنایا تھا کہ ان کے حقوق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کریں۔ حضرت اسماءؓ نے بزم رسالت میں پہنچ کر خواتین کی اندرون خانہ خدمتوں اور زحمتوں سے متعلق ایسی فصیح وبلیغ تقریر کی کہ پوری بزم میں سناٹا چھا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کا جواب دینے کے لئے صحابہ کرامؓ کی طرف رخ کرکے سوال فرمایا 'کیا تم نے کسی عورت کی اس سے زیادہ فصیح وبلیغ تقریر سنی ہے؟ (طوالت کی وجہ سے تقریر پیش نہیں کی جارہی ہے) تمام صحابہ کرامؓ نے یک زبان ہوکر فرمایا کہ ہم نے آج تک کسی عورت سے ایسی فصیح وبلیغ، جامع اور رسا گفتگو نہیں سنی۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے حقوق اور نگاہ قدرت میں ان کی قدر ومنزلت بیان فرماکر اس انتہائی عقلمند اور خوش بیان خاتون کو مطمئن فرمادیا اور جب وہ خاتون واپس پلٹیں تو آنکھوں میں خوشی کے آنسو اور زبان پر نعرۂ تکبیر تھا۔ اسی خاتون نے جنگ یرموک میں عجیب وغریب شہامت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ ان خواتین میں تھیں، جن کا کام مجاہدین کو کھانا پانی پہنچانا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا تھا، گھمسان کی جنگ میں جب پورا لشکر اسلام عیسائیوں کے لشکر کے محاصرہ میں آگیا تو حضرت اسماءؓ نے اپنے خیمہ کی لکڑی سے دشمنوں پر حملہ کردیا اور ۹ رومی سپاہیوں کو واصل جہنم کردیا۔ (الاصابہ، ج۲ص ۲۳۵)

نمونہ کے طور پر ایک اور خاتون کا تذکرہ کیا جارہا ہے، جن کا نام نُسیبہ انصاریؓ تھا۔ انھوں نے بیعت عقبہ دوم میں مردوں کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت فرمائی تھی۔ خود بیان فرماتی ہیں کہ میرا کام مسلمان سپاہیوں کے لئے پانی لے جانا تھا۔ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچایا اور مشک کو پھینک کر تلوار اور تیر کمان لے کر جنگ شروع کردی اور اس جنگ احد میں بہت سے زخم میرے جسم پر لگے۔ ان کی گردن پر جنگ میں لگے ایک گہرے زخم کا نشان آخر عمر تک تھا۔ اس جنگ میں جب نُسیبہؓ کا بیٹا میدان چھوڑنے لگا تو اپنے بیٹے کی ہمت بندھائی اور فرار ہونے سے روکا۔ یہاں تک کہ ان کے بیٹے کو ایک مشرک نے شہید کردیا۔ ماں نے بیٹے ہی کی تلوار اٹھا کر قاتل کو اپنے ہاتھ سے واصل جہنم کردیا۔ ان خاتون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سند عطا فرمائی تھی کہ نُسیبہؓ نے بہت سے مردوں سے زیادہ بہادری اور فداکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہی نُسیبہؓ تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا بات ہے کہ سارے امتیازات مردوں کے لئے مخصوص

ہیں؟ خواتین کا تذکرہ بہت کم ہوتا ہے، کیا ہم عورتوں کو کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ان المسلمین۔۔۔۔۔ الی آخر الآیہ، (ترجمہ) بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

(سورۂ احزاب، آیت:۳۵)

جس زمانہ کا اور جس خطۂ عرب کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہاں صنف نسواں ہی ذلیل و رسوا تھی چہ جائے کہ وہ عورت جو کنیز ہو اور وہ بھی حبش کی سیاہ فام؟ مگر اسلام نے وہ ذہنی انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ ذلیل ترین سمجھی جانے والی کنیزوں کے ذہنوں سے بھی احساس کمتری مٹ گیا اور وہ میدان علم و اخلاق و معنویت کی قہرمان بن گئیں۔ ایسی خواتین میں بلند ترین نام حضرت فضہؓ کا ہے۔ جو خاندان رسالت کے گھر کی کنیز تھیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی شہزادی فاطمہ زہراؑ کو عطا فرمایا تھا۔ ان کا شمار بلند پایہ راویان حدیث میں ہے۔ ان کی قرآن فہمی اتنی زبردست تھی کہ برسوں صرف قرآن مجید کی آیتوں کے ذریعہ گفتگو فرماتی رہیں۔ صرف اسی ایک مثال سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دور رسالت میں مردوں کی طرح خواتین کو بھی چاہے وہ کنیز ہی کیوں نہ ہوں کسب علم و دانش کے مساوی مواقع حاصل تھے وہ بھی مردوں ہی کی طرح علم و کمال کی بلندیوں پر پہنچ گئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں زمانہ رسالتؐ کی خواتین کی مکمل تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے، لیکن بے مثل فداکاری اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کرنے والی چند خواتین کا تذکرہ ضروری ہے۔ ایسی خواتین کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انتخاب مشکل نظر آ رہا ہے۔ یہ کثرت خود اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ کوئی اتفاقی امر نہ تھا، بلکہ ماحول ایسا بن گیا تھا کہ عورتوں کو کھل کر اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مل گیا اور مردوں ہی کی طرح بلند ترین مراتب پر فائز ہو گئیں۔ ان ہی میں سے ایک حیرت انگیز شخصیت کا نام ام سلیم ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسی شخصیت کو ان کا شاگرد لکھا ہے۔ اگر اس بات کو نہ بھی مانا جائے تب بھی وہ راویان حدیث میں بلند مقام پر فائز تھیں۔ انہوں نے اپنے فرزند حضرت انسؓ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے ہدیہ کر دیا تھا۔ زید ابن سہل انصاری نے جب وہ حالت کفر میں تھے ام سلیم سے شادی کی درخواست کی اور مہر کی صورت میں ایک خطیر رقم کا وعدہ کیا تو اس وسیع القلب مومنہ نے کہا کہ میں مہر میں درہم و دینار نہیں چاہتی، میرا مہر صرف اتنا ہے کہ زید ابن سہل مسلمان ہو جائیں۔ زید نے یہ بات قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ سے اس مومنہ کی بلند کرداری اور عالی ظرفی کا اندازہ ہوتا ہے۔



(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۷ رمئی ۲۰۱۰ء)

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع کی روح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم: نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر

حسین آباد، لکھنؤ